ایک خط

سُود، مُرابحہ اور مارک اَپ

نعیم صدیقی

برادرم محمد نواز صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مَیں نے آپ کا مفصل سوال "سُود، مرابحہ اور مارک اَپ" کے عنوان سے ترجمان القرآن میں اس خیال سے شائع کیا تھا کہ ہمارے علماء میں سے اگر کوئی بزرگ فرصت نکال کر مفصل علمی جواب لکھ دیں تو نہایت اچھا ہو گا۔ مگر تا حال کوئی چیز سامنے نہیں آئی۔ البتہ اُمید ہے کہ شاید اشاعتِ آئندہ میں کوئی مقالہ لایا جا سکے گا۔ مگر یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ آپ نے جو بحث چھیڑی ہے اس کے جواب میں خاموشی طاری رہے۔

مسائل و معاملات میں راہ صواب تلاش کرنے کے لیے اوّلین رہنمائی نصوص سے لینی چاہیے کیونکہ نصوص یا تو راستہ کو پوری طرح واضح کر دیتی ہے یا کسی راستے کے اِردگرد کے سنگ و میل کو نمایاں کر دیتی ہیں۔

قرآن ہم سے کہتا ہے کہ اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سُود میں سے جو کچھ وصول طلب رہ گیا ہو اُسے چھوڑ دو، اگر تم فی الواقع ایمان رکھتے ہو (البقرہ ۲۷۸)۔ اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر خدا اور رسُول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے (البقرہ ۲۷۹)۔ جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ نہیں اُٹھتے مگر صرف اس شخص کی طرح جسے اپنا اثر ڈال کر شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو (البقرہ ۲۷۵)۔ اور ایک حدیث یہ بتاتی ہے کہ سُود کا گناہ ایسا بھاری

ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کی عصمت پر ستر بار حملہ آور ہو۔

ان نصوص سے نہ صرف سود کی حرمت ظاہر ہوتی ہے، بلکہ اس کا شدید اور بدترین ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔ تمام گناہوں کا معاملہ بالکل یکساں نہیں ہے، بلکہ بعض کبیرہ گناہ بعض کبیرہ گناہوں سے زیادہ بھاری ہوتے ہیں۔ ایسی ہی ایک مثال سود کی ہے جو پوری معیشت کو ناپاک کر دیتا ہے، نفس پرستی کو پھیلاتا ہے، انسانی ہمدردی کو ختم کرتا ہے اور اخلاق عامہ میں پستی پیدا کرتا ہے۔

اس حقیقت کو اگر سامنے رکھا جائے تو ہر اس معاملے سے بچنا چاہیے جس میں سود کی جھلک اور سود کی مشابہت پائی جائے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث ایسے بیوع اور لین دین کے معاملات کو ممنوع ٹھیراتی ہیں جن میں ذرا سا بھی شائبہ اصول ربوا کا پایا جائے۔ پھر یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ سود کی نئی نئی تعریفیں کرنے اور سود کو لیپا پوتی سے طرح طرح کی شکلیں دے کر جائز بنانے کے اجتہادات سے بھی بچا جائے۔ ایسے غلط خطوط پر دی ہوئی علمی آرا یا اخباری بحثیں اور سیمناروں کے مقالے بھی قیامت کے دن اس لیے وبال بن سکتے ہیں کہ غلط طریقوں کے رواج پا جانے سے ہزارہا انسانوں کی زندگیوں میں فساد داخل ہوتا ہے۔

ضرورت تھی کہ غیر سودی بنکنگ کے ان ناقص اور حیلہ سازانہ طریقوں پر تفصیلی بحث کی جائے۔ اس سلسلے میں نہ صرف یہ کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے مباحث سے فائدہ اُٹھانا ضروری ہے، بلکہ عرب ممالک میں ڈاکٹر ہمیع کے مقالے اور ان پر جوابی یا تائیدی بحثوں کا جائزہ بھی لینا چاہیے اور یہاں کے بعض پروگریسو مذہبی دانش وروں کے خیالات سے بھی تعرض کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ حضرات سرمایہ داروں اور بنک کاروں کے کاروبار کی گاڑیوں کے لیے بطور سفر مینا فکری سڑکوں کی تیاری کا کام بھی کر رہے ہیں اور اسلام سے عملاً آزاد اور تجدد پسند اجتہادیوں کو ضروری مواد بھی فراہم کر کے دے رہے ہیں۔

ان بحثوں کا محرک یہ غلط تصور ہے کہ موجودہ بنکنگ سسٹم کی مشینری کو جوں کا توں رکھ کر صرف ایک پرزے کو بدلنے سے کام چل جائے گا اور وہ ہے سود۔ پورے سسٹم کا مزاج ہی دوسرا ہے، اسے کسی ایک پرزے کی تبدیلی سے نہیں بدلا جا سکتا۔ مگر سپیئر پارٹس کے کچھ فکری اسٹور ایسے ہیں جن کا اس عجیب فارمولے پر ایمان ہے کہ کسی ٹینک کو ایک آدھ [illegible] کی تبدیلی سے ٹریکٹر میں بدلا جا سکتا ہے، یا کوئی مشین گن ایک پرزے کے ادل بدل سے سلائی مشین کی شکل اختیار کر سکتی

ہے۔ اس طلسماتی مشغلے کے لیے فقہ میں سے فقرے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے جا رہے ہیں اور ان میں نئے مفہوم پیدا کیے جا رہے ہیں، کچھ استثنائی جزوی مثالوں کو اخذ کر کے انہیں کاروباری نظام میں مستقل روح بنایا جا رہا ہے، بعض حیلے ایجاد کیے گئے ہیں اور حیلے کے اصول کو بھی اس کے استثنائی مرتبے سے ہٹا کر مستقل نظام کی شکل دی جا رہی ہے۔ حالانکہ کرنے کا کام یہ ہے کہ بنکنگ کے پورے سسٹم کو نئی بنیادوں پر استوار کیا جائے، مثلاً نظام شراکت پر۔ بالفاظ مولینا مودودیؒ "جو روپیہ اب قرض کے طور پر لگایا جاتا ہے وہ آئندہ سے شرکت کے اصول پر لگایا جائے۔" (معاشیاتِ اسلام ص ۶۲)

اس وقت میں ایک چیز پر گرفت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تصور کہ ایک ہی چیز کی نقد قیمت اور نسیئہ قیمت الگ الگ ہو سکتی ہے، قرآن و حدیث کے نصوص سے متصادم ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے یوں سوال کیا گیا تھا:

"اگر کوئی دکاندار اس اصول پر عمل پیرا ہو کہ وہ نقد خریدنے والے گاہک سے اشیا کی کم قیمت لے اور ادھار لینے والے سے زیادہ تو کیا وہ سود خوری کا مرتکب ہوگا؟ ایک دوسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ فروخت پر کچھ معمولی سا کمیشن رکھا جاتا ہے، مثلاً ایک پیسہ فی روپیہ .... اور یہ صرف نقد خریداری کی صورت میں گاہک کو ادا کیا جاتا ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے؟"

جواب ملاحظہ ہو:

"پہلی صورت تو صریحاً سود کی ہے۔ رہی دوسری شکل تو اگرچہ اصطلاحاً یہ سود کی تعریف میں نہیں آتی، لیکن اس کے اندر روح تو سود ہی کی موجود ہے۔ فقہ کی زبان میں یہ ربوا نہیں ہے مگر ریبہ ضرور ہے اور ریبہ بھی پرہیز کے لائق ہے دعوا الربوا والریبۃ (الحدیث)" (بحوالہ رسائل و مسائل۔ جلد ۱ ص ۲۹۷ - ۲۹۶)

جدید بنکنگ کے طریقہ ہائے حیلہ گری میں سے ایک اہم صورت یہی نقد و نسیہ کے لیے جنس کی دو قیمتوں کی گنجائش ہے۔

ذرا تصور فرمایئے کہ ایک دکان یا دفتر میں ایک سود خور بنیا بیٹھا ہے اور وہ آٹے کے ایک گاہک

سے یہ کہنا ہے کہ آٹے کی یہ بوری چاہو تو ایک صد روپیہ نقد دے کر لے لو اور چاہو تو تین ماہ بعد مجھے ایک سو پچیس روپے دینا۔ گاہک کہتا ہے کہ یہ تو سود ہے۔ تب بنیا اُسے بتاتا ہے کہ برابر میں غیر سودی کاروبار کرنے والی ایک مسلم فرم یا اسلامی بنک کا دفتر ہے، ان سے معاملہ کر لو۔ وہاں وہ جاتا ہے اور وہاں اُسے یہ بتایا جاتا ہے کہ تم ایک سو روپے لے جاؤ اور ہمارے لیے اُس بنیے سے آٹے کی بوری خرید لاؤ، پھر وہ بوری اس شرط پر ہم تمہارے ہاتھ بیچ دیں گے کہ تین ماہ بعد تم ہمیں ایک سو پچیس روپے دے دینا۔ ذرا یہاں کفرکیش، سودخوار بنیے اور سود سے پرہیز کرنے والی مسلم فرم یا بنک کے درمیان فرق و امتیاز واضح کر کے دکھائیے۔ از روئے حقیقت کیا فرق ہوا۔ بس یہی ہیر پھیر آج کل کی بنک کاری کا ایک اہم دروازہ کاروبار ہے۔

اِسی طرح بنک سے اُدھار لیے ہوئے مال یا اشتراک کی صورت میں ۲ یا ۳ یا ماہانہ شرح یا ۶۴ پیسے فی ہزار روپے فی یوم پہلے سے طے کر لینا کہ دوسرے فریق کو چاہے نفع ہو یا نقصان بنک کو ہر حال میں کم سے کم مقررہ نفع ضرور ملے گا۔ یہ طرزِ معاملہ اصول اشتراک پر پورا نہیں اُترتا بلکہ سود کی تعریف میں آتا ہے۔ بنک سوائے سرمایہ لگانے کے نہ کوئی کام کرتا ہے اور نہ کسی طرح کا "رسک" (اندیشۂ نقصان) اس کے حصے میں آتا ہے، لہٰذا ایسا معاملہ جائز غیر سودی معاملہ نہیں ہوسکتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نقد و نسیہ قیمتیں مقرر کرنے میں صاحب مال مختار ہے، مگر شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے اس کا اختیار محدود ہے۔ اللہ کے سپریم منصوص قانون سے۔ کسی بھی طرح کا سودی معاملہ کرنا اور سودی معاملہ کے مشابہ کوئی صورت اختیار کرنا اس کے لیے ممنوع ہے۔ چاہے ہزار قسم کے عقلی جواز اور مفاد اس کے سامنے رکھ دیے جائیں۔

اسلامی بنکنگ کا آغاز کرتے ہوئے ہمارا ذہن یہ ہونا چاہیے کہ ہم مغربی تہذیب اور مغربی معیشت سے برسرِ جنگ ہیں، اور اپنا راستہ ان کی تقلید کر کے نہیں بلکہ اجتہاد کر کے نکالیں گے۔ ہم نظامِ باطل کی کسی چیز کو محض لیپا پوتی کر کے اور اسلامیت کی مہر لگا کر اختیار نہیں کر لیں گے اور نہ حیلہ بازیاں کریں گے۔ نظام کی تبدیلی حیلہ بازیوں اور جواز کی راہیں (باقی صفحہ ۴۰)